حکیم محمود احمد ظفر۔ سیالکوٹ

سیدنا سعید بن العاصؓ (گورنر کوفہ)

سیدنا سعید بن العاص سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ان گورنروں میں سے تھے جن کے بارے میں انہیں ہدف تنقید بنایا جاتا ہے۔ سیدنا عثمان نے ان کی قابلیت اور انتظامی اور فاتحانہ خوبیوں کی وجہ سے انہیں 29ھ میں سیدنا ولید بن عقبہ کی جگہ کوفہ کا گورنر مقرر فرمایا تھا۔ آپ 1ھ میں اموی خاندان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے آباء واجداد مکہ مکرمہ کے بڑے شکوہ اور دبدبہ کے رئیس تھے۔ ان کے والد عاص جنگ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف لڑ رہے تھے اور سیدنا علی کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ سیدنا عمر نے بھی جنگ بدر میں اپنے ماموں عاص بن ہاشم کو قتل کیا تھا، اس وجہ سے سیدنا سعید بن العاص کو یہ شک تھا کہ شاید عمر نے میرے باپ کو قتل کیا ہے، چنانچہ ایک روز سیدنا عمر نے سیدنا وحید بن العاص سے فرمایا

لم اقتل اباک و انما قتلت خالی العاص بن ہاشم

میں نے تمہارے باپ کو قتل نہیں کیا تھا بلکہ اپنے ماموں عاص بن ہاشم کو قتل کیا تھا سیدنا سعید بن العاص نے ایمان کی محبت میں ڈوبی ہوئی آواز میں جواب دیا

ولو قتلتہ، نکنت علی الحق وکان علی الباطل

اگر آپ نے قتل بھی کیا ہوتا (تو کیا حرج تھا) کیونکہ آپ یقیناً حق پر تھے اور وہ باطل پر تھا۔ (اُسد الغابہ جلد 2 صفحہ 310)

آٹھ نو سال کی عمر میں اسلام قبول کیا (تہذیب التہذیب جلد 4 صفحہ 49)

عہد نبوی اور عہد صدیقی میں بالکل بچے تھے لہذا کوئی قابل ذکر کارنامہ نہیں۔ عہد فاروقی کے آخر میں عنفوان شباب تھا لیکن اس زمانہ میں بھی کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں ہے۔ البتہ حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ آپ سیدنا عمر کے گورنروں میں سے تھے۔ (البدایۃ والنہایۃ جلد 8 صفحہ 84)

عہد عثمانی میں اپنی بھر پور جوانی پر تھے، لہذا اس زمانے میں انہوں نے بڑے بڑے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ ان کا گھرانا سیادت وقیادت میں تمام قریش میں ممتاز تھا اس وجہ سے خاندان کی وہ ساری خوبیاں قدرت نے ان میں بھی ودیعت فرمائی تھیں، لہٰذا سیدنا عثمان نے نہ صرف اموی ہونے کے ناطے بلکہ ان کی ذاتی صلاحیتوں کی بناء پر ان کو گورنری کے لئے منتخب فرمایا، چنانچہ 29ھ میں سیدنا ولید بن عقبہ کی جگہ ان کو کوفہ کا گورنر مقرر فرمایا۔ شجاعت و بسالت اور جرأت و بہادری چونکہ ورثہ میں ملی تھی اس لئے گورنری کا چارج لیتے ہی آپ نے خراسان، جرجان اور طبرستان پر لشکر کشی کی۔ سیدنا سعید بن العاص کے لشکر میں اس وقت کے بڑے جلیل القدر صحابہ نے شرکت فرمائی جن میں سیدنا حسن بن علی، سیدنا حسین بن علی، سیدنا عبداللہ بن عمر، سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص، سیدنا عبداللہ بن عباس، سیدنا عبداللہ بن زبیر اور سیدنا حذیفہ بن یمان خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔
(البدایۃ والنہایۃ جلد 7 صفحہ 154، طبری جلد 3 صفحہ 323، ابن اثیر جلد 3 صفحہ 54، فتوح البلدان صفحہ 342)

دوسری طرف سے سیدنا عثمان نے سیدنا عبداللہ بن عامر کو انکی امداد کیلئے بھیجا لیکن سیدنا سعید بن العاص گورنر بصرہ سیدنا عبداللہ بن عامر سے پہلے خراسان پہنچ گئے اور ان کے پہنچنے سے پہلے جرجان، خراسان اور طبرستان کو فتح کر لیا۔

(ملاحظہ ہو طبری جلد 3 صفحہ 323، ابن اثیر جلد 3 صفحہ 54، ابن خلدون جلد 2 صفحہ 1018، البدایۃ والنہایۃ جلد 7 صفحہ 154۔ جلد 8 صفحہ 84)

علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ سیدنا سعید بن العاص نے بہت سے شہروں پر چڑھائی کی اور وہاں کے حکمرانوں نے بہت سا مال دیکر ان سے صلح کر لی یہاں تک کہ وہ جرجان تک پہنچ گئے
(البدایۃ والنہایۃ جلد 7 صفحہ 154)

صرف جرجان کے حکمران نے صلح کیلئے دو لاکھ کی رقم پیش کی اور کوہستانی علاقوں کے حکمرانوں نے بھی صلح کر لی اور بہت سا مال دیا۔ (فتوح البلدان صفحہ 342)

ان کے علاوہ اور بھی کئی علاقوں کو آپ نے فتح کیا۔

34ھ میں اہلِ کوفہ (جن کا معمول تھا کہ وہ اپنے گورنروں کے خلاف ہمیشہ غلط سلط شکایات کرتے رہتے تھے) کی شکایات پر سیدنا عثمان نے انہیں کوفہ کی گورنری سے معزول فرما دیا۔

سیدنا سعید بن العاص نہایت عاقل اور فرزانہ شخص تھے۔ بات ہمیشہ ناپ تول کر کرتے، اس وجہ سے ان کے منہ سے نکلی ہوئی باتیں ضرب المثل ہو گئیں۔ (اصابہ جلد 6 صفحہ 311)

شجاعت و بسالت تو ورثہ میں ملی تھی، لیکن فیاضی اور جود و سخا میں بھی اپنی مثال نہ رکھتے تھے۔ ہفتہ میں ایک روز اپنے خاندان کے تمام لوگوں کو اپنے ساتھ کھانا کھلاتے اور ہر قسم کے کپڑے اور نقدی بھی دیتے اور ان کے گھروں میں گھر کا سازوسامان بھی پہنچاتے۔ (اُسد الغابہ جلد 2 صفحہ 310)

ہر جمعہ کی رات کو جامع مسجد کوفہ میں غلام کے ہاتھ درہم و دینار سے بھری ہوئی تھیلیاں نمازیوں میں تقسیم کرانے کے لئے بھیجتے۔ غلام وہ تھیلیاں نمازیوں کے سامنے رکھ دیتا۔ اس وجہ سے مسجد کوفہ میں ہر جمعہ کی رات نمازیوں کا ایک بہت بڑا ہجوم ہوتا تھا۔ (اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 310)

اللہ تعالیٰ نے طبیعت ایسی بنائی تھی کہ کبھی کسی سائل کو خالی ہاتھ واپس نہ بھیجتے تھے۔ اگر پاس ہوتا تو اسی وقت زحمت فرما دیتے اور اگر پاس نہ ہوتا تو ایک یادداشت بطور ہنڈی کے دے دیتے کہ جب روپیہ آجائے تو سائل وصول کر لے، چنانچہ ایک مرتبہ گورنری سے معزولی کے زمانہ میں مسجد سے واپس آ رہے تھے کہ ایک شخص تنہا دیکھ کر ساتھ ہو لیا۔ سیدنا سعید نے پوچھا کیا کوئی کام ہے؟ اس نے جواب دیا کہ آپ کو تنہا دیکھ کر ساتھ ہو گیا ہوں۔ آپ نے فرمایا کاغذ اور قلم دوات لاؤ اور میرے فلاں غلام کو لیتے آؤ۔ اس نے حکم کی تعمیل کی۔ سیدنا سعید نے اسے بیس ہزار کی یادداشت لکھ کر دے دی اور فرمایا کہ جب میرا وظیفہ ملے گا تو یہ رقم تمہیں مل جائے گی۔ اللہ کی قدرت کہ اس رقم کی ادائیگی سے قبل آپ کا انتقال ہو گیا۔ ان کے انتقال کے بعد وہ شخص ان کے صاحبزادے عمرو بن سعید کے پاس وہ یادداشت لے کر آیا۔ بزرگوں کی اولاد بھی عموماً بزرگ ہوتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے آپ کی یادداشت کے مطابق بیس ہزار کی رقم اس کو دے دی۔ (الاستیعاب جلد 2 صفحہ 556)

اس واقعہ سے اور اس قسم کے دیگر کئی واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ شرفاء اہل حاجت کو بلا سوال ہی بڑی بڑی رقمیں دے دیتے۔ اسی وجہ سے وفات کے وقت 80 ہزار کے مقروض تھے جس کے بارے میں اپنی اولاد کو وصیت بھی فرمائی۔ انہوں نے پوچھا کہ اتنا بڑا قرض کس طرح ہو گیا۔ آپ نے فرمایا

"میرے بیٹو! شریف اور غیرت مند لوگ میرے پاس اپنی حاجتیں لے کر آتے تھے، لیکن فرط خجالت سے ان کے چہروں کا خون خشک ہوا جاتا تھا، چنانچہ قبل اس کے کہ وہ مجھ سے اپنی حاجت کے بارے میں سوال کریں میں پہلے ہی

انہیں دے دیتا تھا۔" (اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 311، الاصابہ جلد 3 صفحہ 310)

اسی وجہ سے علامہ ابن عبدالبر نے لکھا ہے

کان یقال عکتہ عسل

لوگ انہیں شہد کا برتن کہا کرتے تھے۔ (الاستیعاب جلد 2 صفحہ 556)

حافظ ابن کثیر نے ان کی فیاضی اور سخاوت کے بارے میں بہت سے واقعات نقل کئے ہیں جن کو طوالت کے باعث یہاں نقل نہیں کیا جا رہا۔ البتہ ان واقعات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ایک وقت میں ایک ایک شخص کو تیس تیس چالیس چالیس ہزار درہم مرحمت فرمائے، اسی وجہ سے وفات کے وقت حافظ ابن کثیر کی روایت کے مطابق تین لاکھ اور ایک روایت کے مطابق تیس لاکھ درہم کے مقروض تھے جوان کے صاحبزادے عمرو بن سعید بن عاص نے آپ کی زمین فروخت کر کے ادا کئے۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو البدایۃ والنہایۃ جلد 8 صفحہ 81۔ 83)

شاید اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے انہیں "اکرم العرب" کہا گیا۔ سیدنا عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چادر لائی اور عرض کیا کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ یہ چادر اس شخص کو دوں جو "اکرم العرب" ہو۔ آپ نے اس سے فرمایا

کریمتہ قریش سعید بن العاص

اس لڑکے یعنی سعید بن العاص کو دے دو کیونکہ یہ قریش کا کریم ہے۔ (تہذیب التہذیب جلد 4 صفحہ 49)

سیدنا معاویہ فرمایا کرتے تھے

لکل قوم کریم و کریمنا سعید

ہر قوم کا ایک کریم ہوتا ہے اور ہمارا کریم سعید بن العاص ہے۔ (تہذیب التہذیب جلد 4 صفحہ 48)

ایک اور موقع پر سیدنا معاویہ نے فرمایا

کریمتہ قریش سعید بن العاص

قریش میں سب سے زیادہ کریم النفس سعید بن العاص ہیں۔ (الاصابہ جلد 3 صفحہ 310، البدایۃ والنہایۃ جلد 8 صفحہ 85)

قرآن پڑھنے کا لہجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والا تھا اور بقول سیدنا معاویہ قرآن کی عربیت سعید کی زبان سے ٹھیک بیٹھتی تھی (تہذیب التہذیب جلد 4 صفحہ 48)

قریش کے رئیس تھے اور لوگ انہیں "ذوالتاج" بھی کہتے تھے۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ جس روز یہ پگڑی باندھتے اس روز کوئی دوسرا پگڑی نہ باندھتا۔ (البدایۃ والنہایۃ جلد 8 صفحہ 82)

ان کی فصاحت و بلاغت کے پیش نظر سیدنا عثمان نے انہیں ان افراد کی فہرست میں رکھا جو کتابت قرآن کی ذمہ داری سنبھالے ہوئے تھے۔ (تہذیب التہذیب جلد 4 صفحہ 48، البدایۃ والنہایۃ جلد 8 صفحہ 83)

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے

کان اشبہ الناس لحیتہ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ان کی ڈاڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی سے بہت مشابہ تھی (ایضاً)

علامہ ذہبی ان کے بارے میں فرماتے ہیں

کان امیراً شریفاً جواداً ممدوحاً حلیماً و قوراً ذاحزم و عقل یصلح للخلافتہ

وہ سردار تھے، شریف اور سخی تھے، لوگوں کے ممدوح تھے، حلیم اور باوقار تھے۔ سوجھ بوجھ کے حامل اور صاحب عقل و دانش تھے اور خلیفہ بننے کے اہل تھے۔ (سیر اعلام النبلاء جلد 3 صفحہ 294)

شہادت سیدنا عثمان کے بعد کی خانہ جنگیوں یعنی جمل اور صفین کی جنگوں سے بالکل الگ تھلگ رہے۔ (تنقیح المقال باب سین، اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 310)

30ھ میں سیدنا حسن، سیدنا حسین اور دیگر جلیل القدر صحابہ کرام نے ان کی زیر قیادت جنگوں میں حصہ لیا۔ (طبری جلد 3 صفحہ 322، ابن اثیر جلد 3 صفحہ 109، البدایۃ والنہایۃ جلد 7 صفحہ 154)

سیدنا حسن بن علی کی نماز جنازہ بھی آپ ہی نے پڑھائی۔ (طبقات ابن سعد جلد 5 صفحہ 35، ابن اثیر جلد 3 صفحہ 46، مقاتل الطالبین صفحہ 76)

علامہ ذہبی اور حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ سیدنا سعید بن العاص نے سیدنا علی کی صاحبزادی اور سیدنا فاروق اعظم کی بیوہ سیدہ ام کلثوم بنت فاطمہ سے منگنی کی اور ایک لاکھ درہم انہیں ارسال فرمائے۔ اس منگنی پر سیدہ ام کلثوم اور سیدنا حسن دونوں رضامند تھے، لیکن سیدنا حسین کسی وجہ سے اس رشتہ کو ناپسند فرماتے تھے۔ چنانچہ جب نکاح کا موقعہ آیا تو سیدنا سعید بن العاص نے پوچھا کہ ابو عبداللہ (سیدنا حسین) کہاں ہیں؟ سیدنا حسن نے فرمایا کہ میں اس معاملہ میں کافی ہوں۔ فکر نہ کریں، لیکن سیدنا سعید نے فرمایا کہ جس رشتہ کو ابو عبداللہ ناپسند کرتے ہیں، میں اس میں داخل نہیں ہوں گا، لہذا سیدنا سعید واپس چلے گئے اور منگنی کے وقت جو ایک لاکھ درہم دیا تھا اس میں سے ایک حبہ بھی واپس نہیں لیا۔ (ملاحظہ ہو سیر اعلام النبلاء جلد 3 صفحہ 295، البدایۃ والنہایۃ جلد 8 صفحہ 86)

بلاذری نے ایک روایت ابو مخنف لوط بن یحیی اور الواقدی کے حوالہ سے نقل کی ہے جس میں لکھا ہے کہ سیدنا عثمان نے سیدنا سعید بن العاص کو ایک لاکھ درہم دیئے تھے، جس پر سیدنا علی، سیدنا طلحہ، سیدنا زبیر اور دیگر صحابہ کرام نے اعتراض کیا تھا۔ اس روایت کے غلط ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ اس کے راوی مشہور کذاب الواقدی اور لوط بن یحیی ہیں۔ بھلا جو خود دوسروں کو لاکھوں بانٹتا تھا اس کو کسی سے لینے کی کیا ضرورت ہے۔

یہ چند فضائل و مناقب اس شخصیت کے ہیں جسے سیدنا عثمان کی طرف سے کوفہ کا گورنر مقرر کیا گیا، لیکن قدیم اور جدید سبائیوں نے امیر المؤمنین سیدنا عثمان کو اپنے مطاعن کا اس شخصیت کی وجہ سے نشانہ بنایا کیونکہ ان کا تعلق سیدنا عثمان کے خاندان بنوامیہ سے تھا۔

بقیہ از صے ۵۵

نے کہا کہ جو لوگ لب شترِ بے مہار ہو کر امریکی اور برطانوی افواج کی آمد کے پس منظر میں مکہ و مدینہ کی توہین کا نعرہ بلند کر رہے ہیں وہ دراصل وہی لوگ ہیں جنہیں عرصہ سے ان دونوں مقدس مقامات سے دیرینہ دشمنی ہے۔ کانفرنس میں دیگر سیاسی و سماجی رہنماؤں کے علاوہ مولانا سید الاز کیلہ، مولانا سید اسد اللہ طارق، مولانا محمد اکرم، مولانا محمد ریاض، مولانا قاری عبدالرشید ہزاروی، مولانا منور سلیمان، قاری محمد افسر، مولانا غلام مصطفےٰ شاہ، قاری محمد نذیر ربانی، حافظ محمد شریف قریشی، حاجی محمد بوستان، مولانا محمد حیات، قاری محمد صدیق، حاجی محبت علی، چوہدری محمد صدیق، ماسٹر محمد عمر، خواجہ افتخار الدین اور خان صدیق بھی موجود تھے۔ کانفرنس کا اختتام علامہ صاحب کی دعا پر ہوا جب کہ چیئرمین شریعت کونسل مفتی محمد اسلم نے تمام شرکاء کانفرنس کا شکریہ ادا کیا۔ کانفرنس میں سات قراردادیں بھی منظور کی گئیں۔ جن کا تعلق قبلہ اول کی بازیابی، بھارتی مسلمانوں کے ساتھ ناروا سلوک اور بابری مسجد کے مسئلہ پر اظہار افسوس، مقبوضہ کشمیر میں بھارتی فوجیوں کے ہاتھوں قتل عام روکنے اور مسئلہ کشمیر حل کرنے، افغان مجاہدین کو خراج تحسین پیش کرنے، جمعیت العلمائے اسلام کے دونوں دھڑوں میں اتفاق رائے پیدا کرنے، برطانوی مسلمانوں کے انخلاء اور کویت کے خلاف عراقی جارحیت کی مذمت کرنے سے تھا۔